چونکہ خود شرمیلا تھا، اس لیے اس نے بھی عاشق کی طرف سے بہ ظاہر بے توجہی برتی۔ ظاہر ہے کہ یہ ظلم نہیں ہے لیکن اس کا نتیجہ ظلم ہی کے برابر نکلا۔ اگر کسی بات کے تکلیف دہ ہونے کو کچھ زیادہ زور دے کر ظاہر کرنا ہو تو ایسے موقعے پر بھی "ظلم یہ ہے" کی طرح کا فقرہ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً "ظلم یہ ہے کہ آپ دیر میں آئے اور معذرت بھی نہ کی"۔ لہٰذا یہ بات بھی دل چسپ ہے کہ "حیا" دونوں طرف ہے لیکن معشوق کی حیا کو عاشق کی حیا پر رحم نہیں آیا۔

شعر نمبر چار: "میاں" کا تلفّظ آج کل عام طور پر 'میم' کے زبر کے ساتھ اور 'ی' سے الگ یعنی मियाँ کیا جاتا ہے۔ لیکن مصحفی کے زمانے تک اس کا تلفظ 'میم' اور 'ی' ملا کر یعنی म्याँ بہتر تھا۔ اس لیے اس شعر میں بھی اس کو म्याँ پڑھنا چاہیے۔ معشوق کے لیے "میاں" کا لفظ غالب کا زمانہ آتے آتے ترک ہو گیا۔

مشق اور مطالعہ

(1) پہلی غزل کے پہلے شعر میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے تمام الفاظ اسی ترتیب سے آئے ہیں جس ترتیب سے نثر میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ خوبی اس شعر کے علاوہ پہلی اور دوسری غزل کے ایک ایک مصرعے میں بھی ہے۔ اِن مصرعوں کو اپنی کاپی پر لکھیے۔

(2) "حنا" میں کیا بات ہے جس کی بنا پر اس میں "جلانے" کی صفت کا ذکر کیا گیا ہے؟

(3) دوسری غزل کے چوتھے شعر کی نثر اس طرح بنائیے کہ شعر کا مطلب واضح ہو جائے۔

شیخ امام بخش ناسخ

(1838_1773)

ناسخ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے اصلی خاندانی حالات زیادہ معلوم نہیں لیکن یہ معلوم ہے کہ انھیں ایک دولت مند شخص نے گود لے لیا تھا۔ ناسخ کو علم و ادب کے علاوہ سپاہیانہ فنون سے بھی دل چسپی تھی، لیکن وہ ان چیزوں سے زیادہ اپنی استادی کے لیے مشہور ہوئے۔ ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ ناسخ نے زبان اور فن میں بہت سی اصلاحیں رائج کیں۔ ناسخ کو زمانے کے حالات سے مجبور ہو کر لکھنؤ سے کئی بار نکلنا پڑا۔ لیکن ان کے آخری ایّام لکھنؤ ہی میں بڑی عزّت اور شہرت سے گزرے۔

ناسخ کی شاعری کو عام طور پر بے رنگ اور بے اثر کہا گیا ہے۔ یہ بات ایک حد تک صحیح ہے لیکن اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ انھوں نے شاعری کا وہ انداز اپنایا جسے "خیال بندی" اور "مضمون آفرینی" کہتے ہیں۔ ناسخ کا یہ انداز ان کے زمانے میں مقبول ہوا۔ ممکن ہے کہ غالب نے بھی ناسخ کا تھوڑا بہت اثر قبول کیا ہو، لیکن چونکہ ناسخ نئی اور بھونڈی بات میں فرق نہ کر سکتے تھے اس لیے ان کا زیادہ تر کلام بے مزہ معلوم ہوتا ہے، پھر بھی ایسا نہیں ہے کہ ناسخ کو نظر انداز کرنا ممکن ہو۔ ان کی بہترین شاعری اردو ادب کے سرمائے کا قیمتی حصّہ ہے۔

1

مٹ گئے نقشِ حیات اور اسے تاثیر نہیں
اے پری خواں، یہ پری زادوں کی تسخیر نہیں
کوئی غفلت بھی حقیقت سے نہیں ہے خالی
کون سا خواب ہے جس کے لیے تعبیر نہیں
بس دِلا، صورتِ ہستی کو کوئی دم ہے ثبات
یہ جہاں آئینہ ہے، کاغذِ تصویر نہیں
ایک کو عالمِ حیرت میں نہیں ایک سے کام
شمع تصویر سے روشن شبِ تصویر نہیں
شبہہ ناسخ نہیں کچھ میر کی استادی میں
آپ بے بہرہ ہے، جو معتقدِ میر نہیں

2

جُنوں پسند مجھے چھاؤں ہے ببولوں کی
عجب بہار ہے اِن زرد زرد پھولوں کی
اگرچہ آئی ہے برسات پھول پھولے ہیں
ہوئی شگفتہ طبیعت نہ ہم مَلولوں کی
کہاں اُمید ترقّی کی جیتے جی ہم کو
یہ مشتِ خاک ہے بس منتظر بگولوں کی

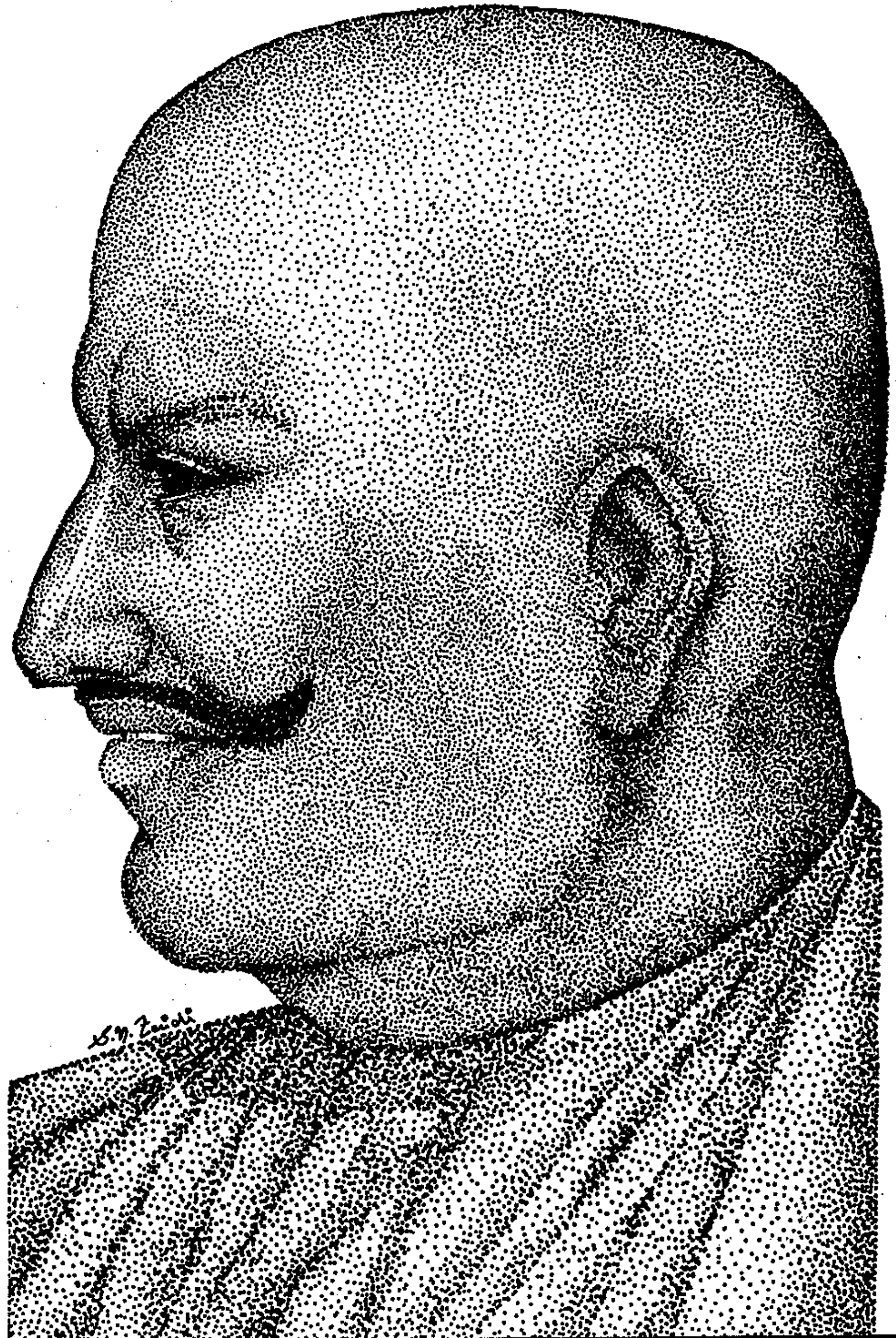

معنی اور اشارے

پری خواں	=	کسی عمل کے ذریعے پریوں کو بُلانے والا
تسخیر کرنا	=	تعویذ، نقش اور بعض خاص دعاؤں یا باتوں پر عمل کر کے کسی کو اپنے قبضے میں کرنا.
دلا	=	اے دِل
جنوں پسند ہے مجھے ـــــ ببولوں کی	=	(1) اے جُنوں مجھے ببولوں کی چھاؤں پسند ہے. (2) مجھے ببولوں کی چھاؤں جنوں پسند لگتی ہے یعنی مجھے ایسا لگتا ہے کہ جنوں ببولوں کی چھاؤں کو پسند کرتا ہوگا یا ببولوں کی چھاؤں جنوں کو پسند کرتی ہوگی۔
ترقّی	=	اوپر اٹھنا

غور کرنے کی بات

غزل نمبر ایک شعر نمبر ایک :

اس شعر میں پہلی خوبی یہ ہے کہ اس کا مُتکلّم ایسے شخص سے بات کر رہا ہے جو عمل کے ذریعے پریوں کو بُلاتا اور اپنے قبضے میں کرتا ہے۔ غزل میں عام طور پر معشوق یا رقیب یا ناصح سے بات چیت ہوتی ہے۔ ناسخ نے اپنی بات کہنے کے لیے ایک بالکل نئے کردار کا انتخاب کیا ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ اس

انتخاب کے ذریعے انھوں نے ایک نئی بات بھی پیدا کی ہے۔ معشوق کو عام طور سے پری کہا جاتا ہے۔ یہاں جس شخص سے بات ہو رہی ہے وہ اصلی پریوں کو تسخیر کرنا جانتا ہے۔ عاشق اس سے کہتا ہے کہ پریوں کو تسخیر کرنا، جو تمہارا کام ہے، وہ تو بہت ہی آسان ہے۔ مجھ کو دیکھو کہ میری زندگی کا نشان مٹ گیا اور پھر بھی میرے معشوق پر کوئی اثر نہ ہوا۔

غزل نمبر ایک، شعر نمبر دو :

پہلے مصرعے میں جو بات کہی گئی ہے، اس کو دوسرے مصرعے میں مثال کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے۔ اس طرز کو "تمثیلی انداز" کہتے ہیں۔ اسے اُن ایرانی شاعروں نے فروغ دیا تھا جو ہندوستان میں رہ بس گئے تھے۔ اُردو میں اس طرز کو غالب نے کمال تک پہنچایا۔

مشق اور مطالعہ

(1) پہلی غزل کے تیسرے شعر میں دنیا کو "آئینہ" کہا ہے اور کہا ہے کہ یہ "تصویر کا کاغذ" نہیں ہے کہ اس پر جو تصویر بنتی ہے وہ دیر تک رہتی ہے لیکن تصویر کا کاغذ ہی بہت دن نہیں رہتا۔ یعنی دنیا اگر تصویر کا کاغذ ہی ہوتی تو بہت دیر تک نہ رہتی۔ ایک بات میں کسی اور بات کی طرف اشارہ رکھ دینا "کنایہ" کہلاتا ہے۔

(2) دوسری غزل کے آخری شعر مشتِ خاک کا بگولوں کی منتظر ہونا کس چیز کا کنایہ ہے؟ ("کنایے" کے بارے میں بعض اور باتیں غالب کے بیان میں بھی پڑھیے۔)